جرم وسزا کا اسلامی تصور: معاشرتی اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

The Islamic Concept of Crime and Punishment An Analytical Study of Social Impact

1- Dr. Aqsa Sajid
Assistant professor
Department of Persian,
GC University Lahore .
Email:aqsasajid@gcu.edu.pk

2- Dr. Rizwana Khaliq
Assistant professor
Department of Persian,
GC University Lahore.
Email:rizwanakhaliq@gcu.edu.pk

3 . Naheed Akhtar Soomro
Ph.D. Scholar , Department of Islamic studies , Alhamd Islamic University Islamabad
Email: iiuisoomro@gmail.com

To cite this article:
Dr.Aqsa Sajid,Dr.Rizwana ,Naheed Akhtar Soomro , Jan-June(2022) Urdu
جرم وسزا کا اسلامی تصور: معاشرتی اثرات کا تجزیاتی مطالعہ
The Islamic Concept of Crime and Punishment
An Analytical Study of Social Impact
Albahis: Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2), 1–13. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

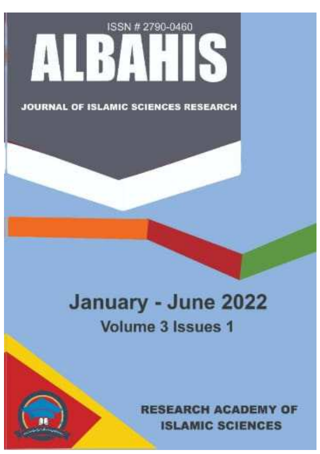

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

جرم وسزا کا اسلامی تصور: معاشرتی اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

The Islamic Concept of Crime and Punishment An Analytical Study of Social Impact

Abstract

Islam provides a systematic system of crime and punishment through the Qur'an. The Qur'an first urges everyone to believe in Allah and the Last Day. And after that he commands piety. In the presence of which man's heart and mind remain free from sin.

The Qur'an presents the concept of a society in which everyone meets his basic needs and desires in a legitimate way. And it does not have to resort to illegal and criminal means to meet these needs. When crime is not eliminated in these two ways, then the state orders the imposition of sanctions. Islam is not limited to severe punishments. It calls for the establishment of a social system in which there is no room for crime.

Even so, if a person commits a crime, the state punishes him as a warning. People can learn from these punishments and refrain from following the path of sin. The Qur'an also commands a group of Muslims to be present at the time of punishment.

Key word: The Qur'an, social system, crime, sin, punishment.

کلیدی الفاظ : قرآن ، معاشرتی نظام ، جرم ، گناہ ، سزا

تمہید

ساری کائنات کا خالق 'مالک اور رازق اللہ تعالی ہے۔ وہی اقتدار اعلی کا بلا شرکت غیرے مالک اور انسانوں کا رب رحیم و کریم ہے۔ انسانوں کے لئے قوانین حیات مقرر کرنا اسی کا اختیار کلی ہے۔ اس کا قانون عدل بے گناہ افراد میں اطمینان خاطر پیدا کرتا ہے اور بڑے جرائم پر اس کی مقرر کردہ سخت سزائیں مجرموں کو ارتکاب جرم سے روکنے 'انہیں کیفر کردار تک پہنچانے اور دوسرے افراد کے لئے عبرت و موعظت کا سامان مہیا کرنے کا باعث ہیں۔ اسلامی قانون عدل وانصاف کی ضمانت فراہم کرتا ہے 'معاشرتی حقوق کا تحفظ کرتا ہے اور عزت و حرمت کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے۔ انسانوں اور رب کے باہمی تعلق کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے قوانین کے نفاذ کے نتیجے میں زندگی میں وہ راحت 'آرام اور آسائشیں پیدا ہوں جن کا قرآن حکیم میں بار بار وعدہ کیا گیا ہے۔ جس نسل نے تخلیق پاکستان میں حصہ لیا 'اس کے لئے پاکستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ ایک سہانا خواب اور جنت گم گشتہ کا حصول تھا'لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اسلامی قوانین کے نفاذ کے بعد معاشرے سے فیڈ بیک ملتی ہے وہ کسی طرح حوصلہ افزاء نہیں ہے۔ اس لئے اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا معاذ اللہ خدائی قوانین اپنی تاثیر کھو چکے ہیں۔۔ اس مکالہ میں مولف نے اسلامی حدود کی افادیت کو بیان کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ اسلامی سزاؤں کے نفاذ ہی سے احوال امت کی اصلاح ممکن ہے۔

مقاصد شریعت کا مقصد

جب ہم مقاصد شریعت کی بات کرتے ہیں یا حکمت تشریع کا سوال ہمارے سامنے آتا ہے۔ تو ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ہمیں شریعت کے احکام صرف اس لئے ماننے چاہئیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان احکام کو ماننے کا حکم دیا ہے۔ اگر اللہ اور رسول کے پیش نظر احکام شریعت کی کوئی حکمت نہ بھی ہوتی ہم ان احکام کے ماننے کے اسی طرح پابند ہوتے ہیں، جیسے اب پابند ہیں، جب حکمتوں کے دفتر تیار ہو چکے ہیں۔ ان حکمتوں کو جاننا نہ جاننا ایمان اور شریعت پر عمل درآمد کی شرط نہیں ہونی چاہئے۔ اگر ہم حکمت نہ جانتے ہوں تب بھی ایمان لانا ہماری ذمہ داری ہے اور شریعت کے احکام کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ہمارا فریضہ ہے۔ اور اگر ہم حکمت جانتے بھی ہوں تو اس سے ہمارے پیش نظر ایمان میں مزید اضافہ اور پختگی اور شریعت کے احکام پر اطمینان قلبی سے عمل درآمد ہی کا مقصد ہونا چاہئے۔

اپنی عقل سے تو انسان ہر چیز کا فیصلہ کرتا ہی ہے۔ کوئی دشمن بھی آپ کو کوئی طبّی نسخہ بتائے اور آپ کی عقل اس کو درست تسلیم کرے تو آپ اس کو مان لیتے ہیں۔ آپ کا کوئی مخالف بھی اگر آپ کو کسی مسئلہ کا حل بتائے اور وہ آپ کی عقل میں آجائے تو آپ کو اسے ماننے میں تامل نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر احکام شریعت کے ماننے یا نہ ماننے کا دار و مدار انسان کی اپنی عقل پر ٹھہرا دیا جائے تو پھر شریعت شریعت نہیں رہتی۔ وہ دنیا کے کسی بھی عام انسان کے مشورے سے زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہوگی۔ اس لئے یہ بات پہلے دن سے صاف ہونی چاہئے کہ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ حکم شریعت کا حکم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فلاں بات کا حکم دیا ہے۔ تو وہ بات ہمارے لئے حرف آخر ہونی چاہئے۔ اور اس پر ہمارا ایمان اتنا مضبوط ہونا چاہئے جس طرح کہ اس وقت سورج کے پوری روشنی کے ساتھ طلوع ہونے پر ہمارا ایمان ہے۔ اگر حکمت سمجھ میں آجائے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اس سے ہمارے ایمان میں پختگی آجانی چاہئے۔ اور اگر حکمت سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اپنی عقل کی کمی اور اپنی فہم کا قصور سمجھنا چاہئے۔

یہ بات قرآن پاک نے بھی واضح کر دی ہے۔ سورۃ النساء میں ارشاد ربانی ہے:

فلا وربك لا یومنون حتیٰ یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[1]

یعنی ' ہر گز نہیں، قسم ہے آپ کے رب کی، یہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے آپس کے ہر اختلاف میں آپ کو حکم نہ بنائیں، پھر آپ نے جو فیصلہ کیا ہو اس پر اپنے دل میں ذرا برابر تنگی یا حرج محسوس نہ کریں'۔ انسان دل میں تنگی اور حرج کب اور کیوں محسوس کرتا ہے؟ حرج اور تنگی وہیں محسوس ہوتی ہے جہاں فیصلہ اپنی خواہش کے خلاف محسوس ہوتا ہے۔ اللہ اور رسول کا فیصلہ سننے کے باوجود اگر دل میں تنگی محسوس ہوتی ہے تو اس کہ وجہ یہ ہے کہ عقل میں وہ بات نہیں آتی۔ حکم کی حکمت اور مصلت اس وقت سمجھ میں نہیں آتی تو انسان تنگی محسوس کرتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود احکام شریعت کی مصلحتوں سے واقف ہونے کی کوشش کرنا یا اللہ کے فرمودات اور احکام کی حکمتیں جاننے کی خواہش ہونا اللہ کے مقرب اور نیک انسانوں کا طریقہ رہا ہے۔[2]

حرام کام

اللہ تعالیٰ نے جیسے شرک کو حرام کیا ہے (1) ہر فحش یعنی بے حیائی کے کام بدکاری اغیرہ کو حرام کیا ہے کھلم کھلا ہو یا چھپ کر (2) ہر گناہ کی بات کو حرام کیا ہے (3) ناحق ظلم کرنے والے کو (4) اللہ پر بے سند بات لگا دینے کو بھی حرام کیا ہے غیر دین کو دین خداوندی غیر ضروری کو اس میں ضروری قرار دینا بھی بے سند بات لگانا ہے (5) ماں باپ پر احسان فرض اور ان کو تکلیف دینے والی ہر بات حرام قرار دی ہے (6) جب کہ وہی رزق دیتے ہیں تو اولاد کو ادفلاس کی وجہ سے قتل کرنا حرام ہے افلاس کے ڈر سے روک کی تدبیر بھی درست نہیں (7) بیحیائی کے ہر طریقے کے پاس بھی جانا حرام ہے نا محرم کو دیکھنا ہاتھ لگانا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا سفر میں ساتھ لینا اس سے بے ضرورت بات کرنا وغیرہ وغیرہ خواہ ظاہر میں ہوں یا چھپ کر ہوں۔ (8) مسلمان یا رعیت کا کافر جس کا خون کرنا حرام کیا گیا ہے اس کو سوائے حق صورت قصاص بغاوت ارتد زنا رجم کے اس کو قتل کرنا حرام ہے۔ (9) یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ سوائے اس طریقہ کے اس کے لئے بہتر ہو کہ اسی کے کام میں لگایا جائے صرف قاضی یا باپ دادا یا ان کا مقرر کیا ہوا جو ہو اس کو اجازت ہے کہ تجارت کر کے بڑھایا جائے مگر ایمانداری سے یا اس کی حفاظت کی جائے یا خود بہت غریب ہو تو بقدر عرف کام کی تنخواہ لیلے۔ کسی کو مفت دینا صدقہ و خیرات کرنا یا نقصان کی صورت اختیار کرنا ولی کو بھی حرام ہوگا۔ (10) ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری کیا کرو کہ دوسرے کا حق ذرہ برابر بھی اپنی طرف نہ آئے اس میں دغا کرنا حرام ہے دوکانداروں کو خصوصیت سے یہ خیال رکھنا ضروری ہے۔ (11) جب کوئی بات کرو کسی جھگڑے کا فیصلہ کر دیا کسی کی گواہی دو یا کوئی اور بات کرو تو انصاف کا خیال رکھو چاہے مقابلہ میں قرابت دار ہی کیوں نہ ہو بے انصافی کرنا حرام ہوگا۔ (12) اللہ تعالیٰ سے جو عہد کرو کہ کسی بات پر قسم کھالی یا کسی کام کے ہو جانے کی منت مان لی کہ یہ ہو گیا تو خدا کے لئے یہ کام کروں گا یا یہ خیرات کروں گا اگر دونوں باتیں جائز کاموں میں ہوں تو ان کو پورا کرنا ضروری ہے اور خلاف کرنا حرام ہے۔ (13) اسلام کے تمام احکام الٰہی ہیں ان کے خلاف کرنا گناہ ہے۔ (14) اسلام کے سوا دوسری راہیں خدا سے جدا کرنے والی ہیں وہ سب حرام ہیں جتنا جتنا کوئی دوسری راہ کی طرف جھکے گا اتنا ہی گناہ ہوگا۔[3]

نظریات میں جھکے یا افعال و عادات و معاشرت میں کہ سب غیر اسلامی طریقے حرام ہیں۔ ہر ایک درجہ کا گناہ ہے۔

---

[1]۔ القرآن 4، : 65

[2]۔ محمود احمد غازی، محاضرات فقہ، ناشران و تاجران کتب الفیصل، غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور، ص 297،275

[3]۔ جمیل احمد تھانوی قدس سرہ، ترتیب و تدوین، خلیل احمد تھانوی، اسلام اور حدود و تعزیرات، ناشرات ادارہ اشرف التحقیق جامعہ لاہور، ص 85،84

اسلامی سزائیں

اسلام میں جزاو سزا کے دو تصور پائے جاتے ہیں ایک دنیا میں اور دوسرا آخرت میں۔ جس طرح دو جنتیں ہیں اسی طرح دو جہنم بھی ہیں۔ اگر کسی زمین کے ٹکڑے پر احکامِ خداوندی نافذ ہو جائیں تو وہ خطہ ءارض جنت کی نظیر بن جاتا ہے۔ اور جہاں کوئی قانون نہ ہو اس کے لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں جنگل کا قانون ہے یعنی جس طرح جنگ میں کسی کی جان محفوظ نہیں ہوتی اسی طرح جہاں کوئی قانون نہ ہو وہاں بھی کوئی محفوظ نہیں رہتا۔

اگر انسان دنیا میں اچھے کام کرے گا تو اس کا اجر پائے گا اور اگر گناہ آلود زندگی بسر کرے گا تو اس کی سزا میں جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا۔ اللہ نے ایمان لانے کے ساتھ اعمال صالحہ کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ..[4]

اور خوشخبری سنادو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کرتے رہے نیک اعمال کہ ان کے لئے جنتیں ہیں بہ رہی ہیں جنکے نیچے نہریں۔

انسان کی فلاح و کامرانی دو باتوں پر منحصر ہے ان میں اول ایمان دوم اعمال صالحہ۔ اگر کسی شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہو جائیں تو اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ سب سے پہلے ایمان لائے اور پھر نیک اعمال کرے۔

قانون پر پوری طرح عمل کرنے والے کو تو سزا کی نوبت ہی نہیں آتی مگر غفلت یا غلطی سے مبتلا ہونے والوں کی سزا الٰہی دینی ضروری ہے کہ نہ وہ دوسرے اس قانون کے خلاف کبھی نہ کر سکیں گے۔ ہر عقل یقین رکھتی ہے کہ جرموں پر سخت سزا ہو گی تو جرم ختم ہو سکتا ہے ورنہ برابر جاری رہے گا۔

اگر نو عمر بچوں کو ماں باپ برائیوں پر ایسی سزائیں دیتے رہیں گے کہ وہ اس حرکت کے تصور سے بھی کانپ جائیں تو وہ حرکت ان سے ہمیشہ کو چھوٹ سکتی ہے اگر ایسا نہ کریں گے تو ہمیشہ کے لئے وہ حرکتیں ان کے دلوں میں جڑ پکڑ کر ایسی مضبوط ہو جائیں گی کہ کبھی چھوٹ نہ سکیں گی اسی طرح ہر انتظام کا حال ہے۔ آج کل چوری ڈاکہ قتل پر معمولی سزائیں دی جاتی ہیں تو یہ جرم عام ہو رہے ہیں جن ملکوں میں شدید سزائیں ہیں وہاں جرائم کم ہیں۔ اسلام میں سخت ترین جرموں، زناکاری، شراب نوشی، چوری ڈاکہ پر وہ سخت ترین سزائیں مقرر کی ہیں کہ ان کے جاری کرنے کا اعلان ہوتے ہی تمام جرائم ختم ہو جاتے ہیں۔ اسلاف مسلمانوں کا حال تو تاریخ میں دیکھا جا سکتا ہے اور موجودہ زمانہ میں سعودی عربیہ مملکت میں مشاہدہ ہو سکتا ہے، جہاں اسلامی سزاؤں کے جاری ہونے سے پہلے چوری قتل عام تھا اور اب بالکل صفر کے درجہ میں۔

یہ جرائم کی سزاؤں کا ہلکا کرنا خود جرائم کی پرورش کرنا اور دنیا کو بدامنی میں مبتلا کرنا ہے اسلام اس سے پاک ہے۔ اسلام میں زناکاری کی سزا بشر طیکہ معتبر اور پختہ ثبوت سے ثابت ہو جائے۔ شادی شدہ کے لئے پتھر مار مار کر ہلاک کرنا ہے اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگانا ہے خود غور کر کے دیکھ لیا جائے کہ اس کے اعلان کے بعد کس کی جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ اس خطرناک جرم کے قریب بھی جا سکے۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ :

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ۔[5]

"جو اللہ اور اس کی رسالت سے لڑائی کریں اور زمین پر شر پھیلائیں، ان کی جزاء یہ ہے کہ وہ ہلاک کیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جائیں یا ایک سمت سے ان کے ہاتھ اور دوسری جانب سے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انہیں بے زمین کر دیا جائے (اب قید کیا جاتا ہے ملک بدر نہیں کیا جا سکتا) ۔"

آیت مذکورہ میں مختلف سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے جس کا جرم جتنا سنگین ہو گا اس کو ویسی ہی سزا ملے گی۔ اگر کسی نے چوری کی یا ڈاکہ ڈالا اس کی ان میں سے جو کم ہو وہ سزا ہے اور اگر کسی نے قتل بھی کیا ہے تو پھر اسے سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

---

[4]۔ القرآن 2 : 25

[5]۔ القرآن 5 : 33

چوری جو دس درہم سے زائد کی ہو ثبوت معتبر مل جانے پر اس کی سزا اول بار میں داہنا ہاتھ کاٹ ڈالنا ہے دوسری باری میں بایاں بایاں پاؤں، اس اعلان کے بعد چوری کون کر سکتا ہے؟ رہزنی کی سزا سولی ہاتھ کاٹنا قتل کر دینا مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ شراب پینے پر اسی کوڑے، پاکدامن پر تہمت لگانے سے اسی کوڑے کی حد ہے۔ یہی بات ہے جو ان جرائم کو ختم کر سکتی ہے اور ان سے ہلکے جرائم پر تعزیرات(1) ہیں پھر حاکم کی صوابدید پر ہیں کہ وقت موقع حیثیت وغیرہ کو دیکھ کر جاری کر سکتا ہے جن سے اس جرم کا پورا انسداد ہو سکے۔(2)

تعزیرات وہ سزائیں کہلاتی ہیں جو کسی جرم پر جج خود متعین کرے۔ قرآن وحدیث میں جن جرموں کی سزائیں متعین ہیں وہ حدود کہلاتی ہیں۔[6]

چور کی سزا کے متعلق ارشاد ہوا:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔[7]

"اور سارق اور سارقہ کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کرتوت کی کمائی کا انجام ہے اور اللہ کی جانب سے سزا ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

چوری کرنا اور چور کہلانا دو الگ لگ مفہوم رکھتے ہیں۔ جو شخص ایک آدھ مرتبہ چوری باحالت مجبوری یا نادانی میں کر لیتا ہے۔ اس پر چور کا اطلاق نہیں ہوتا۔ چور وہ شخص ہے جس کا پیشہ ہی چوری کرنا ہو جب وہ اسلامی ریاست میں ثبوت کے ساتھ گرفتار کیا جائے گا تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

مخزومی قبیلے کی سارقہ کے حوالے سے بیان کی گئی روایت میں راویوں کے الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ تحریر کیئے گئے ہیں:

بدکاری کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا۔[8]

نہ جانا قریب بھی بدکاری کے بیشک وہ فاحش کام اور برائی کا راستہ ہے۔"

بدکاری کی یہ سزا تجویز کی گئی جیسا کہ ارشاد ہوا:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ۔۔[9]

زانی عورت اور زانی مرد کو کوڑے مارو ہر ایک کو دونوں میں سے سو کوڑے۔ اور نہ دامن گیر ہو تم کو ان دونوں پر ترس کھاؤ۔ اللہ کے دین کے معاملے میں اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور روز آخرت پر ہونا چاہیئے کہ مشاہدہ کرے ان کی سزا کو ایک جماعت مسلمانوں میں سے۔

جب جرم ثابت ہو جائے تو حد نافذ کی جائے گی۔ اور حد نافذ کرنے کے لیے چار گواہوں کا ہونا لازمی ہے جو یہ کہیں کہ ہم نے ان دونوں کو برا کام کرتے دیکھا۔ اگر الزام لگانے والے نے چار گواہ پیش نہ کیے تو الزام لگانے والا فاسق قرار پائے گا اور اس کی سزا ہو گی کہ:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ج وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ--[10]

اور وہ لوگ جو تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں پر پھر نہ لائیں چار گواہ تو کوڑے مار و ان کو اسی کوڑے اور نہ قبول کر و ان کی شہادت کبھی۔ اور یہی ہیں جو فاسق ہیں۔

البتہ زبردستی کرنے والے کو سخت سے سخت سزا تجویز کی جائے گی۔ اس کے لیے گواہی کی ضرورت نہیں البتہ فیصلہ مظلوم کے بیان اور قرائنی شہادتوں کے پیش نظر رکھ کر کیا جائے گا اور ریاست بطور تعزیر سخت سے سخت سزا تجویز کرنے کا حق محفوظ رکھتی ہے۔ ان سزاؤں سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام

---

[6]۔ جمیل احمد تھانوی قدس سرہ، ترتیب وتدوین، ص 66، 67

[7]۔ القرآن 5: 38

[8]۔ القرآن 17: 32

[9]۔ القرآن 24: 2

[10]۔ القرآن 24: 4

میں سزا کیوں رکھی گئی؟اس کا جواب یہی ہے کہ اسلام ایک صاف ستھرا اور پاکیزہ معاشرے کے قیام کا خواہ ہے۔ جہاں ہر شخص چاہے وہ مرد ہو یا عورت مسلم ہو یا غیر مسلم سب کی جان مال عزت اور آبرو محفوظ رہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ' **وما خلقت الجن والانس الالیعبدون** '،[11] کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ گویا اللہ کی عبادت انسان اپنے فیصلہ اور اپنی آزادانہ مرضی اور ذوق و شوق سے کتنی کرتا ہے' یہ دکھانا مقصود ہے۔ مجبوری میں تو ساری مخلوقات اللہ کے حکم کی پیروی کرتی ہیں۔ اللہ کے تکوینی احکام کے پابند تو چاند' سورج' ستارے اور سب ہی ہیں۔ جس طرح بھی' جب بھی اور جو بھی اللہ کا حکم ہوتا ہے' بلکل اسی طرح یہ چیزیں عمل کر رہی ہیں۔ دریا بھی اللہ کے حکم کی پابندی کر رہے ہیں۔ صحرا کے ذرے بھی کر رہے ہیں' پہاڑوں کے پتھر بھی کر رہے ہیں۔ جانور اور پرندے بھی کر رہے ہیں۔ لیکن انسان اپنی مرضی سے احکام تشریعی کی کتنی پابندی کرتا ہے' یہ انسانوں اور اللہ کی دوسری مخلوقات کو بتانا اور دکھانا مقصود تھا۔

یہ تو اس بات کی مثالیں تھیں کہ عمومی طور پر کائنات کی پیدائش کے پیچھے اللہ کی ایک بڑی حکمت کے تحت آئیں گے۔ اب اگر جزوی احکام میں جزوی حکمتیں نہ بھی پائی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ بڑی حکمت موجود ہے' اس کے ہوتے ہوئے جزوی حکمت کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر حکم کی جزوی حکمت بھی رکھی گئی ہے۔ اس بڑی اور عمومی حکمت کے علاوہ جزوی حکمتیں بھی ہر حکم میں پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر نماز کے بارے میں فرمایا گیا کہ ' **ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر** '،[12] نماز فحشاء اور منکر دونوں سے روکتی ہے۔ فحشاء اس برائی کو کہتے ہیں جس کا اصل منشاء اور مظہر انسان کے دل میں ہو' منکر وہ برائی ہے جس کا نقصان معاشرہ میں ظاہر ہوتا ہو۔ گویا فحشاء سے مراد چھپی برائی اور منکر سے مراد کھلی برائی ہے۔ یوں چھپی اور کھلی ہر قسم کی برائی سے اللہ نے منع کیا ہے اور اس کو روکنے میں نماز بڑی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یہ نماز کی ایک اخلاقی اور روحانی حکمت ہے۔ روزہ کے بارے میں فرمایا '**لعلکم تتقون**' (سورۃ البقرہ-) یہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا کرنے کے لئے ہے۔ زکوۃ کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ تمہارے مال اور جذبہ تملک و تمول کو پاکیزہ کرتی ہے۔ '**تطھرھم وتزکیھم بھا**'[13] 'حج کے بارے میں بتایا گیا کہ اس سے تمہارے دل میں اللہ اور اس کے شعائر کی یاد پیدا ہو گی۔

'**لتذکروا اللہ علیٰ ما ھذا کم**' (**سورۃ البقرہ-**)۔ فے کے مال کے جو احکام بتائے گئے ہیں ان کی حکمت یہ بتائی گئی ہے کہ پورے ملک اور معاشرہ کا مال و دولت ایک جگہ مرتکز ہو کر نہ رہ جائے۔

' **کے لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم** ' (**سورۃ** ؟**شر** -)۔ قصاص کی حکمت یہ بتائی گئی کہ تمہاری زندگی کا دارومدار ایک دوسرے کے جان و مال کے احترام پر ہے' اور جان کے احترام کی بنیاد احکام قصاص پر ہے۔ '**ولکم فی القصاص** ؟**یاۃ یا اولی الالباب**'۔ (**سورۃ البقرہ**) آیہ مدائنہ میں لین دین اور قرض کے احکام بتائے گئے ہیں۔ لین دین اور قرض کے معاملات کے بارے میں قرآن پاک کے سورۃ بقرہ میں جو احکام دیئے گئے ہیں' ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ '**ذالکم اق** ؟**ط** ؟**ند اللہ**'۔(سورۃ البقرہ) یہ عدل و انصاف کے زیادہ قریب ہے کہ تم اس طرح کے معاملہ کرو۔ عدل و انصاف کی پیروی تمہارے لئے بھی آسان ہو گی اور تمہارے دوسرے فریق کے لئے بھی آسان ہو گی۔ دستاویز کو لکھنے کا حکم دیا گیا کہ ممکن ہو تو لکھ دو کہ کس کا حق کتنا بنتا ہے۔ اس کی حکمت یہ بتائی گئی کہ '**وادنیٰ الا ترتابو**'(سورۃ البقرہ) تمہیں کوئی شک و شبہ نہیں ہو گا دوسرے نے میرا حق تو نہیں مار لیا۔

بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے کہ انتہائی دیانت دار آدمی کے بارے میں آپ کا خیال ہوتا ہے کہ آپ نے اس کی واجب الادا رقم ادا کر دی ہے اور اس کے جو پیسے آپ کی طرف بنتے تھے وہ آپ نے دے دیئے ہیں۔ لیکن اُس کا خیال ہوتا ہے کہ آپ نے اس کے پیسے نہیں دیئے ہیں۔ اب دونوں طرف ایک بدگمانی اور غلط فہمی باقی رہ جاتی ہے۔ آپ کو ہمیشہ یہ غلط فہمی رہے گی کہ آدمی تو بڑا دیانت دار بنتا تھا لیکن مجھ سے دو مرتبہ پیسے لے لئے۔ میں پہلے ہی ادا

---

[11]۔القرآن 51 : 56

[12] ۔القرآن 29 : 46

[13]۔القرآن 9 : 103

کر دیئے تھے ،لیکن یہ صاحب پیسے لے کر بعد میں مکر گئے کہ میں نے نہیں لئے اور دوبارہ پیسے لے لئے۔ ممکن ہے آپ نے ایک ہی مرتبہ دیئے ہوں اور آپ کی یاداشت غلطی کر رہی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں بھی بدگمانی پیدا ہو کہ یوں تو بڑے نستعلیق بنتے تھے۔ لیکن اب میرے پیسے دینے سے منکر ہو گئے تھے اور اگر میں خود نہ لے لیتا تو اس کو نہیں دینے تھے۔ یوں یہ بدگمانی دونوں کے دلوں میں ہمیشہ رہے گی۔ بدگمانی بہت بری چیز ہے۔ اس سے دلوں میں کھوٹ پیدا ہو جاتا ہے ، تعلقات میں بگاڑ آ جاتا ہے اور بعض اوقات دشمنیاں تک پیدا ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر آپ قرض کا معاملہ تحریر میں لے آئیں تو اس بدگمانی سے بچنے کا موقع مل جائے گا۔ ممکن ہے آپ قرض کا معاملہ تحریر میں لے آئیں تو اس بدگمانی سے بچنے کا موقع مل جائے گا۔ ممکن ہے آپ مروت اور حجاب کی وجہ سے پیسے نہ لیں۔ اور اگر آپ نے پیسے مروت میں نہیں لئے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ نے خوشی سے چھوڑ دیئے۔ دوسرے فریق کے لئے اس طرح پیسے لینا جائز نہیں ہوگا۔ ان تمام مسائل و مشاکل سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ شک اور بدگمانی سے بچنے کا پہلے ہی دن بندوبست کر لو اور ان نتائج سے بچنے کے لئے یہ معاملہ لکھ لو۔ اگر لکھو گے تو یاداشت پر اعتماد نہیں کرنا پڑے گا۔ یہ وہ حکمت ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا : 'وادنیٰ الاترتابوا' (سورۃ البقرہ) قطع ید کا حکم دیا گیا ہے کہ چوری کا ارتکاب کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس سخت سزا کی حکمت یہ بتائی گئی کہ 'جزاء بما کسبا نکالا من اللہ' (سورۃ مائدہ)[14]۔ اللہ کی طرف سے ان کو عبرت ناک سزا دی جائے اور انہوں نے جو ناجائز کمائی کی ہے اس کا بدلہ انہیں ملنا چاہئے۔ پردے کے بارے میں کہا گیا کہ 'ذالك ادنیٰ ان لا یعرفن فلا یوذین'[15] کہ جو بدکار اور بدکردار لوگ ہیں ان کو پتہ چل جائے کہ یہ باعزت خواتین ہیں ،اس لئے ان کو بلاوجہ تنگ نہ کریں حجاب اور باحیا لباس سے یہ فائدہ خود بخود حاصل ہو جاتا ہے ، کہ اخلاق ،کردار اور حیا کا تحفظ ہو جاتا ہے۔ یہ ان حکمتوں کی چند جستہ جستہ مثالیں ہیں جو قرآن مجید میں جابجا بیان ہوئی ہیں۔ احادیث کا ایک سرسری جائزہ لیں تو وہاں بھی ہر حکم کے پیچھے کوئی نہ کوئی حکمت بیان ہوئی ہے۔ اگر آپ کے وقت ہو تو برصغیر کے امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتاب 'حجۃ اللہ البالغہ' ضرور پڑھ لیجیئے۔

لیکن ایک مسلمان اگر ان سب احکام کی پیروی کرتا ہے جو اس کو لازما کرنی چاہیئے ،وہ صرف رضائے الٰہی کے لئے کرنی چاہئے۔ کسی مصلحت یا حکمت کے لئے نہیں کرنی چاہئے۔ نماز اس لئے پڑھنا کہ یہ مجھے بدکرداری سے روکے گی تو میں اچھے کردار والا مشہور ہو جاؤں گا تو میری شہرت اچھی ہو گی اور نیک نامی مزید بڑھے گی۔ یہ مقصد نہیں ہونا چاہئے۔ عمل صالح کا مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہئے۔ اگر انسان ان احکام پر ان کی صحیح روح کے ساتھ عمل کرے گا تو فوائد اور مصالح خود بخود حاصل ہو جائیں گے۔

غرض شریعت کے احکام کی پشت پر یہ اور اس طرح کی بے شمار حکمتیں ہیں جو قرآن مجید میں سینکڑوں اور احادیث میں ہزاروں مرتبہ بیان ہوئی ہیں۔ ان سب پر جب ائمہ اسلام نے غور کیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان سب حکمتوں کا خلاصہ اور جڑ ایک بنیادی حکمت اور اساسی مصلحت میں پوشیدہ ہے۔ اور یہ حکمت اور مصلحت ہے جو قرآن پاک کی سورۃ الحدید میں بیان ہوئی ہے۔ سورۃ الحدید کی یہ آیت انتہائی اہم آیات میں سے ہے۔ قرآن پاک میں بنیادی کلیات جن آیات میں بیان ہوئے ہیں ان آیات میں بھی جو انتہائی بنیادی اہمیت رکھنے والی آیت ہے ،ارشاد باری ہے

' ولقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان '[16]

کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح نشانیاں دے کر بھیجا۔ ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی 'لیقوم الناس بالقسط' تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہو جائیں۔ لہٰذا لوگوں کا حقیقی اور مکمل عدل اور انصاف کی بنیاد پر قائم ہو جانا ، یہ تمام آسمانی کتابوں کا بنیادی مقصد تھا اور یہی تمام انبیاء علیہم السلام کا اس زندگی کے حوالے سے بنیادی ہدف تھا۔ جملہ شرائع الٰہیہ اور کتب سماویہ کی تمام تر تعلیم کی منزل مقصود یہی تھی کہ یہاں اس دنیاوی زندگی میں لوگوں کو عدل وانصاف پر قائم کر دیا جائے۔[17]

[14] ۔القرآن 5 : 38

[15] ۔القرآن 33 : 59

[16] ۔القرآن 57 : 25

[17] . محمود احمد غازی ،محاضرات فقہ ،ناشران وتاجران کتب الفیصل ،غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور ،ص 304 تا 306

ناحق قتل کرنا :

ناحق قتل کرنا کسی مسلمان کو یا رعیت کے کافر کو مگر قصاص میں زنا کی حد میں مرتد ہونے میں یا بغاوت میں راہزنی میں کافر رعایا کا حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے قتل کرنا ناحق نہیں یا آیات احادیث میں صاف آرہا ہے۔

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذابا عظیما [18]

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی اصل سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ کو اس میں رہتا اور اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی خاص رحمت سے دور کر دیں گے اور اس کے لیے بڑے عذاب کو تیار کریں گے)

شرک کے بیان میں سورۃ نساء کی آیت گذر چکی ہے کہ شرک سے کم گناہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے اس لئے یہاں یہ اشارہ ہے کہ اصل سزا تو یہی ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ رہے غضب و لعنت عذاب عظیم ہو مگر فضل ہو ھاتو بخش بھی دیا جائے گا بلاسزا یا سزا کے بعد۔

" ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق " [19]

اور جس کا خون اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو مگر حق ہے۔

"من اجل ذالك كتبنا على بنى اسرائيل انه من قتل نفسا بغير نفس او فساد فى الارض فكانما قتل الناس جميعا ومن احياها فكانما احى الناس جميعا " [20]

اور اسی قتل ناحق کو خرابی کی وجہ سے ہم نے خصوصیت سے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بلا کسی فساد کے جو ملک میں اس سے پھیلا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا۔

جو حکم بلا انکار نقل ہو وہ اس اُمت کے لئے ہوتا ہے۔[21]

زمین کے جس خطے میں اللہ کا حکم نافذ ہو جائے وہ خطہ دار السلام کہلاتا ہے اور وہاں کے رہنے والے مسلمان۔ اللہ رب العلمین کا فرمان ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ [22]

اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ماننے والے ہیں اور انہوں نے اچھے افعال سرانجام دیئے کہ انہیں ضرور زمین پر حکومت دے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو دی تھی، اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور کھڑا کر دے گا اور بیشک ان کے ڈر کو امن سے بدل دے گا، اس شرط پر کہ میری اطاعت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شامل نہیں کریں، اور جو اس کے بعد شکر نہ کرے وہی فسق کرنے والے ہوں گے۔"

اگرچہ اس آیت کے مخاطب جن سے خلافت کا وعدہ کیا گیا وہ اللہ کے رسول محمد سلام علیہ اور آپ کے اصحاب ہیں لیکن اس کا حکم عام ہے جو اسلامی ریاست کے حصول کے لیے جد وجہد کرے گا قربانیاں دے گا تکالیف برداشت کرے گا اسے یہ فضیلت حاصل ہو گی۔ ایک مقام پر ارشاد ہوا:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ [23]

---

[18]۔ القرآن 4 : 12

[19]۔ القرآن 6 : 151

[20]۔ القرآن 5: 35

[21]۔ محمود احمد غازی، ص 99، 98

[22]۔ القرآن 55 : 24

[23] - القرآن 22 :41

جو لوگ امن کے لیے خطرہ ہوں اور زمین میں امن کے قیام کے بعد فساد فی الارض کا ذریعہ بنیں ان کے لیے ارشاد فرمایا: وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔
[24]" اور فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ سنگین ہے

قرآنی ارشاد فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ۔ [25] "اور قصاص میں زندگانی ہے۔"

یعنی معاشرے کی زندگی قصاص میں پوشیدہ ہے۔ اگر قاتل کو سزا نہ دی گئی تو وہ ڈھیٹ بن جائے گا اور وہ توبہ کرنے کے بجائے ایک قتل اور سہی کا نعرہ لگاتا رہے گا۔ قصاب کی طرح انسانوں کو ذبح کرنے کا عادی بن جائے گا۔ اگر معاشرے میں کسی ایک قاتل کو سزا دے دی جائے تو پھر معاشرے میں کسی کو کسی بے گناہ انسان کے قتل کی جراءت نہ ہوگی۔ ہمارے معاشرے میں آئے دن قتل کی وارداتوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے قتل کرنے والے صرف جرائم پیشہ افراد ہی نہیں بلکہ دولت مند، جاگیرداروں کی بگڑی اولاد بھی شامل ہے ان کے ہاتھوں غریب لوگوں کی جان وعزت دونوں محفوظ نہیں۔ جب کوئی قاتل گرفتار کر بھی کر لیا جائے تو فوراً اُس کی ضمانت ہو جاتی ہے اور اسے بے گناہ ثابت کر کے رہا کر دیا جاتا ہے۔ معاشرے میں رشوت اتنی عام ہو چکی ہے کہ اسے برائی سمجھنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ معاشرے میں انسانی خون کی کوئی قیمت نہیں، پانی مہنگا اور خون سستا ہو گیا ہے۔ احکام خداوندی کو یکسر فراموش کیا جارہا ہے۔ اللہ کے نزدیک انسان کے خون کی قدر و قیمت کا اندازہ اس آیتِ کریمہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے جیسا کہ ایک مقام پر ارشاد ہوا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۔ [26]

" جس نے قتل کیا کسی جان کو سوائے قصاص یا زمین میں فساد پھیلانے کے جرم میں تو اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔"

خدائے رحمٰن کے عباد کی ایک خاصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ:

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ [27]

"اور (خدائے رحمٰن کے عبادت) کسی جان کو قتل نہیں کرتے جس کی حرمت اللہ نے قائم کی ہے سوائے یہ کہ قصاص۔"

خدائے رحمٰن کی امت محمدیہ پر اتنی عنایت فرمائی سابقہ حکم جو اہل کتاب کو دیا گیا تھا رعایت دیدی یعنی ان کے ہاں قتل کی سزا صرف قصاص مقرر تھی۔ قرانی شریعت نے اسے منسوخ کر کے قتل کی دو اقسام مقرر کر دیں۔ ایک قتل خطا اور دوسرا قتل عمد۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ اِلَّا اَنْ يَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۔ [28]

اور مؤمنوں کی یہ روش ہر گز نہیں کہ کسی مؤمن کو قتل کرے مگر بھول سے، اور جو کسی مؤمن کو بھول سے قتل کرے تو وہ مؤمن غلام کی گردن چھڑائے اور مقتول کے وارثین کو معاوضہ ادا کرے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ اور اگر مؤمن مقتول ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری (اسلامی ریاست کی) دشمنی ہے تو ایک ماننے والے غلام کی گردن چھڑائے۔ اور اگر وہ مقتول مسلم کسی ایسی قوم میں سے تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے تو پھر اس کے وارثوں کو بھی خون بہا دے اور ایک ماننے والے غلام کی گردن چھڑانی ہوگی، پھر جو غلام نہ پائے وہ مسلسل دو ماہ صیام میں گزارے۔ اللہ سے بخشش طلب کرے، اور اللہ جاننے والا

---

[24]۔ القرآن 2 : 191
[25]۔ القرآن 2 : 178
[26]۔ القرآن 5 : 32
[27]۔ القرآن 25 : 68
[28]۔ القرآن 4 : 92 - 93

حکمت والا ہے۔اور جو کوئی کسی مسلم کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔"

حاصل ہوا کہ اقرآنی نظام میں قتل کی دو اقسام مقرر کی گئیں ہیں بحر حال قتل عمد کے مرتکب کو ہو حال مین قتل ہی کیا جائے گا جس کو سزا دینے کا اختیار صرف اور صرف ریاست کو ہو گا۔

۔جیسا کہ ارشاد ہوا:

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ۔[29]

اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ، اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔"

اسلامی ریاست میں بغیر اجازت اور ناجائز طریقے سے کسی کا مال کھانا کی اجازت نہیں۔

اس کے معنٰے یہ ہیں کہ ایک دوسرے کا مال حرام راستوں مثلاً چوری، ڈاکہ زنی، رشوت، جھوٹ، سود، خیانت اور دھوکہ کے ذریعے سے حاصل کرنا۔ایک مرتبہ سیدہ حفصہؓ بنت عمر اور رسول سلام علیہ کی زوجہ محترمہ یہ خبر سن کر کہ مال غنیمت آیا ہے، سیدنا عمر کے پاس آئیں اور کہا کہ امیر المومنین ! میں ذوالقربٰی میں سے ہوں، اس لیے اس مال میں سے مجھ کو بھی عنایت کیجئے، عمر نے جواب دیا کہ "بے شک تم میرے خاص مال میں حق رکھتی ہو لیکن یہ تو جماعت المسلمین کا مشترکہ مال ہے، افسوس ہے کہ تم نے اپنے باپ کو دھوکا دینا چاہا، وہ بے چاری خفیف ہو کر چلی گئیں۔[30]

قرآنی نظام میں میں ناجائز طریقے سے ایک دوسرے کا مال کھانا ، کسی کی زمین یا مکان پر قبضہ کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔اسلامی معاشرے میں کوئی بھی شخص کسی کے مال و دولت پر قابض نہیں ہو سکتا جرم ثابت ہونے پر اس کے خلاف سخت کاروائی کا حکم ہے۔اسے بطور تعزیر سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

دین میں خمر نوشی پر پابندی بتدریج نافذ ہوئی تھی خمر نوشی کے متعلق سوال کیا گیا تو قرآن مجید میں ارشاد ہوا: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا۔[31]

دریافت کرتے ہیں وہ تم سے شراب کے بارے میں اور جوئے کے۔ کہہ دو ان دونوں میں گناہ بڑے ہیں اور کچھ فائدے ہیں لوگوں کے لئے۔

پھر کسی موقع پر یہ آیت مبارکہ نازلہ ہوئی :

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا۟ لَا تَقْرَبُوا۟ الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا۟ مَا تَقُولُونَ. [32]

اس آیت میں عام لوگوں کو ہدایت کر دی گئی کے جو لوگ شراب نوشی کرتے ہیں وہ نشے کی حالت میں نماز کے اجتماع میں شریک نہ ہوں۔ گویا شراب ایک دم حرام نہیں دی گئی بلکہ آہستہ آہستہ حرمت کا حکم نازل کیا گیا۔اس کے بعد شراب کے حرام ہونے کا حکم نازل کر دیا گیا :

اے وہ لوگو جو ایمان لائے بلاشبہ شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے میں ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بلاشبہ چاہتا ہے شیطان کہ ڈلوادے تمہارے درمیان عداوت اور دشمنی شراب اور جوئے سے اور راک دے تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے تو کیا تم (ان کاموں سے) باز آؤ گے ۔۔[33]

---

[29]۔القرآن 2 : 188

[30]. کنزالایمان، جلد 6 حدیث 350

[31]۔القرآن 2 : 219

[32]۔القرآن 4 : 43

ایک حدیث میں ہے کہ :ابن عمرو بن العاصؓ ہی سے مروی ہے کہ حضور سلام علیک کا ارشاد ہے:''نیکی جتلانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا، نہ والدین کا نافرمان اور نہ ہی خمر کا پینے والا۔ [34]

اسلام کا تصور الٰہ اور آخرت:

اللہ کی موجودگی انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ اسے اس کا مالک ہر وقت دیکھ رہا ہے تو وہ باغیانہ اور جرمیانہ زندگی گزارنے سے باز رہتا ہے۔اسلام کا تصور آخرت انسان کو دنیا میں گناہوں سے آلودہ زندگی گزارنے سے باز رکھتا ہے۔ یہ وہ دو بنیادی عقائد و نظریات ہیں جو اسلام کی اساس ہیں اور ہر نبی کی تعلیمات کا مرکز و محور بھی رہے ہیں۔انسان کے دل میں جب احساس جوابدہی رچا بسا ہوتا ہے تو وہ صرف گناہ و جرم سے ہی نہیں بچتا بلکہ وہ بری صحبت اور جرمانہ زندگی بسر کرنے والوں کے سائے سے بھی دور رہتا ہے۔

قرآن مجید میں ایک جگہ یہ بحث ہے کہ ہم نے موت وحیا کا یہ سلسلہ کیوں پیدا کیا ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ خالق ہے جس کو چاہے پیدا کرے، جس کو چاہے پیدا نہ کرے۔ کون پوچھ سکتا ہے کہ کسی کو کیوں پیدا کیا اور کسی کو پیدا کیوں نہیں کیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے خود اس سلسلہ پیدائش اور موت و حیات کی حکمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ " لیبلو کم ایکم احسن عملا "[35]، تاکہ اللہ تعالیٰ آزما کر دکھائے کہ کون اچھے عمل کرنے والا ہے اور کون برا عمل کرنے والا ہے۔ یعنی عمل کی اچھائی اور برائی میں لوگوں کا امتحان مقصود ہے۔ یہ پوری زندگی آزمائش ہے۔ یہ پوری زندگی ایک امتحان ہے اور اس امتحان کی وجہ سے انسانوں کے لئے یہ سارے معاملات اور حالات پیدا کئے گئے ہیں۔

---

[33] ۔القرآن 5 : 90 -91

[34] ۔حدیث نمبر 5688

[35] ۔القرآن 67 : 2

خلاصہ ءبحث:

اسلام بزریعہ قرآن جرم وسزا کاایک منظم نظام مہیا کرتا ہے۔قرآن اول تو ہر شخص کو اللہ تعالیٰ اور یوم دین پر ایمان لانے کی تلقین کرتا ہے۔اور اس کے بعد تقوٰی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے، جس کی موجودگی میں انسان کے قلب اور ذہن گناہ سے پاک رہتے ہیں۔

اسلام میں اس دنیا سے جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور نیک وبد کا انعام وسزا پانا اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ذرا سے غور کرلینے پر یہ بھی بالکل فطری بات معلوم ہوگی۔انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے، روح و جسم تو عنصری۔لیکن غور اس پر کرنا ہے کہ یہ روح و جسم کا عارضی میل کیوں ہوا تھا یعنی زندگی کا مقصد کیا تھا تو اب جو ہم کائنات عالم پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس دنیا میں آنے کی غرض ادنٰی درجہ کی چیز کا اعلیٰ درجہ کی چیز کے کسی فائدہ کے لئے ہونا ہے اور اس ادنٰی کے اوپر درجوں کے اعلیٰ ہوں گے یہ سب کے فائدہ وضرورت کی ہوگی کہ اگر یہ نہ ہوں تو ان کے فائدے اور ضرورتیں بند ہو جائیں۔جمادات انسان کو اپنی جان اور عزت اور مال بہت محبوب ہیں انہی کی محبت بغاوت، سرکشی، کفر و شرک اور گناہوں پر آمادہ کرتی ہے اور اس کے جسم کے خمیر عناصر اربعہ کے خاصوں سے بھی اس میں غصہ، تکبر، ظلم، جبر، زیادتی بغض، کینہ، حسد، بخل، غصب(دوسروں کی چیزیں لینا) اور فتنہ وفسادات کو ہر سبب نمودار ہوتا ہے۔

لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ ان سب وفسادات کا ہر سبب نمودار ہوتا ہے۔لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا بعض موقعوں پر مثلاً دشمنوں، چوروں، ڈاکوؤں اور مجرموں وغیرہ کے مقابلہ پر ہونا بھی ضروری ہے اس لئے ان باتوں کو نیست ونابود کرنا بھی نہیں مگر بلکل آزاد چھوڑنا بھی نہیں کہ دوسروں کی زندگی تلخ کردیں ان کو قابو میں لانے کی ضرورت ہے۔پھر اور عمدہ عادتوں اور باتوں کی، اور خدا سے غفلت کے بجائے اس کی یاد کو ہر وقت مگر اس طرح کہ اور کاموں میں خلل انداز نہ ہو سکے قائم کرنا، شرافت کو اجاگر کرنے کے لئے ضروری ہے۔اور کمال یہ ہوگا کہ جتنا ہو سکے خدائی صفتوں کا رنگ اختیار کرے۔

ہمارے دین نے ایسے معاشرے کے ہر افراد کی ضروریات اور جائز و حلال طریقوں سے حاصل کرتا ہے اور ایسے راستہ اختیار کرتا ہے جس سے ناجائز مجرمانہ راستہ اختیار نہ کرنا پڑے۔جب اس طریقوں سے جرائم کم نہیں ہوتے تو پھر اسلام ریاست کو سزاؤں کے نفاذ کا حکم دیتا ہے۔اسلام ایک ایسا معاشرتی نظام قائم کرنے پر زور دیتا ہے جس میں سخت سزائیں دینے پر ہی اکتفا نہیں کرتا۔اور ایسے طریقے اپنائے جاتے ہیں جس میں جرائم کے ارتکاب کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص جرم کرتا ہے تو ریاست اسے عبرت کے طور پر سزا دیتی ہے۔ان سزاؤں سے لوگ عبرت حاصل کرکے گناہ،فساد،اور برائی کے راستے پر چلنے سے باز رہ سکیں۔قرآن سزا دینے کے وقت مسلمانوں کی ایک گروہ کی حاضری کو بھی لازمی قرار دیتا ہے۔

نتائج

☆نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا یہ ہی اصل الاصول ہے۔
☆اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے میں انسان کی اپنی بھلائی مضمر ہے۔
☆معاشرے کی برائیوں سے لا تعلق نہ ہو رہو' اپنے امکان اور صلاحیت کے مطابق اصلاح کی کوششیں کرتے رہو' کسی اخلاقی برائی کے نتائج صرف بالفعل ملوث افراد ہی پر نہیں ہوتے بلکہ خاموش اور راضی رہنے والوں پر بھی ہوتے ہیں۔

سفارشات

☆ نماز انسان میں عمدہ اخلاقی خوبیاں پیدا کرتی ہے اور نماز ذی المعارج میں بیان کردہ اخلاقی فضائل کا مصداق بناتی ہے۔ اور اس سے معاشرے میں امن و امان پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کے مثبت اثرات ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔
☆ نظام اخلاق اسلامی میں توبہ کی اہمیت مسلمہ ہے سزا اسی قصور پر ہے جو باغیانہ جسارت کے ساتھ کیا جائے۔ جب انسان اپنے کیے پر شرمندہ اور اصلاح کے لئے تیار ہو تو بڑے سے بڑے مجرم کے لئے مایوسی و ناامیدی کا موقع نہیں ہے۔
☆اس اصول اخلاق کو میں سب سے بنیادی اصول اخلاق سمجھتی ہوں اور اگر انسان صرف ایک یہ اصول ہی اپنا لے تو انسان کی خانگی' معاشرتی' معاشی' سیاسی اور تمدنی زندگی سے ہر قسم کا فساد ختم ہو سکتا ہے۔ وہ اصول یوں ہے کہ کسی بھی انسان کے ساتھ کوئی معاملہ کرتے ہوئے صرف ایک بات سوچ لو کہ اگر تم اس شخص کی جگہ ہوتے تو تم کیا معاملہ و سلوک متوقع رکھتے' جو سلوک تم چاہتے وہی اس سے کرو' کبھی بھی حقوق العباد کی پامالی نہ ہو گی۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)